R. No. 2190/57

Regd No. 1,023

انجمن ترقی اُردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

ٹیلی فون - ۶۹
قیمت تین روپے سالانہ
فی پرچہ سات نئے پیسے

تاریخ اشاعت
۱-۴-۶۴

جلد ۲۳ - شمارہ ۱۳ | ایڈیٹر۔ آل احمد سرور | یکم اپریل سنہ ۱۹۶۴ء

ادارِیہ

ہَوا بدل رہی ہے

انجمن نے وزیر اعظم کی خدمت میں جو عرضداشت پیش کی تھی اُس میں یہ مطالبہ کیا تھا کہ جہاں پانچ طلبہ تیسری زبان کی حیثیت سے اُردو کی تعلیم کا مطالبہ کریں وہاں اس کا انتظام فوراً کیا جائے۔ وزیراعظم نے ہماری عرضداشت چیف منسٹر اُتر پردیش کو بھیجی اور اُن سے رائے طلب کی۔ اگرچہ اُن کی رائے ابھی ہمیں معلوم نہیں ہوئی، مگر وزیر تعلیم نے حال میں دو دھان سبھا میں جو اعلان کیا ہے اُس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ یہ مطالبہ منظور ہو گیا ہے۔ وزیر تعلیم نے کہا ہے کہ جہاں جہاں پانچ طلبہ بھی اُردو کی تعلیم کا مطالبہ کریں گے وہاں اُن کے لئے ضرور مناسب انتظام کیا جائے گا۔ اگر اس اعلان پر پورا عمل ہوا تو ہمیں یقین ہے کہ اُتر پردیش میں بڑے پیمانے پر تیسری زبان کے طور پر اُردو کی تعلیم ہو سکے گی۔

پنجاب کی حکومت نے بھی حال میں تیسری زبان کے طور پر اُردو کی تعلیم کا انتظام کرنے کا اعلان کیا ہے دہلی کے ڈائرکٹر تعلیم نے بھی اپنے ماتحت اسکولوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ اُردو کی تعلیم کے خواہش مند طلبہ کی تعداد کا جائزہ لیں لیکن انہوں نے کم سے کم پندرہ کی شرط لگائی ہے جو غلط ہے۔ شرط پانچ کی ہی ہونی چاہیے۔

اگر اُتر پردیش، پنجاب اور دہلی میں اُردو کی تعلیم کا مناسب انتظام ہو جائے تو ہمیں یقین ہے کہ اُردو دوستوں کی بہت بڑی شکایت دُور ہو جائے گی۔ چونکہ اس سے پہلے بھی ارباب حل وعقد کی طرف سے اُردو کے ساتھ انصاف کے وعدے ہوئے ہیں اس لئے جب تک ان احکام پر عمل نہ ہو، ہم مطمئن نہیں ہو سکتے لیکن ہمیں یہ خوشی ضرور ہے کہ انجمن کی آواز صدا بصحرا ثابت نہیں ہوئی۔ اُس کا اثر ہو رہا ہے۔

انجمن کی شاخوں کا خصوصاً اور اُردو دوستوں کا عموماً یہ فرض ہے کہ وہ ان احکام پر عمل کرائیں، ہر شہر اور قصبے میں حکومت کے اس اعلان کو پہنچائیں، والدین سے درخواستیں دلوائیں، اسکولوں کے پرنسپلوں سے ملیں، انسپکٹروں کو اُن کا فرض یاد دلائیں اور اُردو کی تعلیم کا انتظام ہر اس اسکول میں کرائیں جہاں پانچ طالب علم اُردو پڑھنے کے لئے تیار ہوں۔ اگر اُردو دوستوں نے اس موقع سے فائدہ اُٹھایا اور بیداری اور عمل کا ثبوت دیا، تو وہ دن دور نہیں جب اُردو زبان کی ترقی کے راستے سے سب سے بڑی رکاوٹ دُور ہو جائے گی اور اس زبان کو ہندوستان کی دوسری زبانوں کے ساتھ پھلنے پھولنے کا پورا موقع ملے گا۔

اس اشاعت میں

سیر بین

سائبیریا کی خبر ہے کہ وہاں کچھ لوگوں کے ہکلے پن کو دور کرنے کے لئے انہیں انگریزی سکھائی گئی۔ یہ تو معلوم نہیں کہ انہیں انگریزی کتنی آئی، ہاں یہ ضرور ہوا کہ ان کا ہکلا پن دور ہو گیا۔ شیکسپیئر کی زبان کا یہ استعمال بہت دلچسپ ہے۔

اس نسخے کو ہندوستان میں بھی برتا جا سکتا ہے مثلاً جنوبی ہند کے کسی ہکلے کو شمالی ہند کی زبان سکھائی جائے، شمالی ہند کے ہکلے کو جنوبی ہند کی۔ انگلستان کے ہکلے کو روسی، اسرائیل کے ہکلے کو عربی اور عرب ہکلے کو عبرانی۔ اس طرح ہر ملک میں ایک علاقے کے لوگوں میں دوسرے علاقے کی زبان سے اُنس بڑھے گا اور ایک ملک والے دوسرے ملک سے قریب ہوں گے۔

ایک اور دلچسپ بات یہ ہے کہ جب ہکلے گاتے ہیں تو اُن کا سارا ہکلا پن دور ہو جاتا ہے۔ ہم نے ایک نہایت ممتاز ادیب کو جو اتفاق سے اس مرض کے شکار ہیں، نہایت روانی اور خوش الحانی سے اقبال کی نظمیں گاتے ہوئے سُنا ہے۔ اب بھی کچھ لوگ شاعری اور موسیقی کو صرف مرض سمجھیں، اسے علاج تصوّر نہ کریں تو اُن کے مرض کو لاعلاج سمجھنا چاہیئے۔

امتحانوں کا زمانہ شروع ہو گیا ہے اور خبریں آنے لگی ہیں کہ آج فلاں کالج کے طلبہ نے پرچہ مشکل ہونے کی وجہ سے ہڑتال کر دی یا فلاں نگراں کی مرمّت کر دی کیونکہ وہ انہیں نقل نہیں کرنے دیتا تھا۔ اس لئے ہماری رائے یہ ہے کہ امتحان میں طلبہ کو کتابیں لانے کی اجازت دے دی جائے۔ صرف یہ کیا جائے کہ کتاب سے بجنسہٖ نقل پر نمبر کاٹ لئے جائیں اور اگر امیدوار مواد کو سلیقے سے اپنے الفاظ میں استعمال کر سکے تو اسے ضرور اچھے نمبر دئے جائیں۔ دراصل کتاب کے ہونے سے کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا، امیدواروں کی صلاحیت کا بہر حال اندازہ ہو جائے گا۔ ہاں نگرانوں کی جان کو خطرہ نہ رہے گا۔ دوسری صورت اس سے بھی اچھی ہے اور وہ یہ کہ تمام طلبہ کو جو ایک مقررہ کورس پورا کر لیں ڈگری دے دی جائے۔ اہمیت تو ڈگری کی ہے، علم کون دیکھتا ہے۔

اُردو کتابیں ردّی ہیں

محمد بدر الدین صدیقی صاحب وظیفہ یاب لکچرر ٹریننگ کالج حیدرآباد نے اورنگ آباد سے اطلاع دی ہے:-

"ہمارا شہر کے نارمل سکول سے سب اُردو کتابیں خارج کر کے کاغذ سازی کے کارخانہ دولت آباد میں (بطور ردّی) دیدی گئی ہیں۔ اُردو کو خارج کر کے مرہٹی اور انگریزی ذریعہ تعلیم قرار دیا گیا ہے۔ اب عام مطالعہ کے لئے یہاں کے مدرسہ میں اُردو کچھ نہیں ہے۔ یہ حالت قابلِ افسوس ہے۔"

ریاست نظام کے زمانہ میں اس نارمل سکول کا ذریعہ تعلیم مرہٹی اور اردو تھا۔ فن تدریس سے متعلق کتب کا عمدہ ذخیرہ تھا۔ متعلقہ انجمن ترقی اُردو کا فرض ہے کہ وہ اُردو کتب کے ذخیرہ کو بطور ردّی استعمال سے بچائیں۔ (مرسلہ) سجاد مرزا

خورشید احمد جامی کے کلام کی رسمِ اجرا

(بحوالہ سیاست حیدرآباد) ۲۲ مارچ۔ حیدرآباد کے مشہور شاعر خورشید احمد جامی کے منتخب کلام "رخسارِ سحر" کے اجراء کے موقع پر آج اُردو ہال میں ایک جلسہ نواب میر احمد علی خاں وزیر داخلہ و صدر انجمن ترقی اُردو آندھرا پردیش کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جلسہ کی ابتدا میں مسٹر حبیب الرحمٰن معتمد انجمن ترقی اُردو نے اپنی تقریر میں انجمن کی ادبی اور اشاعتی سرگرمیوں پر تبصرہ کیا۔ مسٹر فضل الرحمٰن نے خورشید احمد جامی کی زندگی کے حالات پر روشنی ڈالی۔ اسکے بعد صدر جلسہ نے شاعری کا کلچر شپ کی رسم ادا کی۔ مکتب اور ڈاکٹر راج بہادر گوڑ نے جامی کی شاعری کی خصوصیات اپنے اپنے مضمون میں بیان کیں۔ دونوں نے کہا کہ جامی کی شاعری روایات کی شاعری نہیں ہے بلکہ انھوں نے اپنی شاعری میں روایات اور اجتہاد کا حسین امتزاج کیا ہے۔ آخر میں نواب میر احمد علی خاں نے اپنی صدارتی تقریر میں اس بات پر زور دیا کہ اُردو بولنے والے اردو کی کتابیں اور رسائل زیادہ سے زیادہ تعداد میں خرید کر اردو زبان سے اپنی محبت اور وابستگی کا عملی ثبوت دیں اور اپنے شاعروں اور ادیبوں کے ساتھ ناانصافی نہ کریں۔ صلاح الدین نیر، فیض الحسن خیال اور وقار خلیل نے منظوم خراج تحسین پیش کیا۔ ریڈیو آرٹسٹ خواجہ محبوب بیگ نے ساز کے ساتھ جامی کی غزلیں سُنائیں۔

جنتا لائبریری میں تعزیتی جلسہ

۱۱ مارچ، جنتا لائبریری ہال برہان پور میں اُردو ادب کی مایہ ناز شخصیتیں جسٹس راجا سعادت، روش صدیقی، علوی، منیر الہ آبادی اور شاد عارفی کے انتقال پر ملال پر ایک تعزیتی ادبی اجتماع ہوا۔ صدارت کے فرائض معزز مہمان رفعت تحسینی صاحب بھوپالی نے انجام دئے۔ سب سے پہلے اقبال نصیب نے خادمان اردو کے سانحۂ ارتحال کی تعزیتی تجویز پڑھ کر سنائی جسے حاضرین نے بالاتفاق منظور کیا۔ مقامی شعراء میں شفیق راز، اقبال نصیب، آخر سعیدی، ارشد امیدی، مختار امیدی، رضا امیدی اور معزز مہمان رفعت بھوپالی نے اپنی بہترین غزلوں اور نظموں سے محظوظ فرمایا۔

مرتبہ وقار خلیل (گذشتہ سے پیوستہ)

یوم محمد قلی قطب شاہ کا آنکھوں دیکھا حال

پروفیسر سید احتشام حسین صدر شعبۂ اردو الٰہ آباد یونیورسٹی رقم طراز ہیں کہ "مجھے محمد قلی کی سلطانی نہیں بلکہ وہ درویشانہ ادا پسند ہے جو اس کے ادبی اور تہذیبی کاموں میں جلوہ گر ہے۔ اس نے بھی ہندوستانی روح کو اپنے اندر جذب کر لیا تھا اور اپنی دوربیں نظروں سے اس ہندوستان کو دیکھ رہا تھا جو آج وہ بننا چاہتا ہے۔ ایسے انسان کی یاد منانا خود اپنے کردار کا جائزہ لینا ہے۔ یہ تقریب نہ صرف دکن میں بلکہ سارے ہندوستان میں ایک قومی تہوار کی حیثیت سے منائی جانی چاہیئے۔"

بیانات کے بعد نماز مغرب کا وقفہ ہوا اور پھر آقائی حسن طوسی نیر نے محمد قلی کو فارسی میں خراج عقیدت ادا کیا۔ آقائی سید شاہ عباس منصوری خراسانی کے عالمانہ فارسی خطبے کے بعد محترمہ بانو طاہرہ سعید نے محمد قلی کو منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔ تالیوں کی گونج میں میئر بلدہ عظیم تر حیدرآباد جناب بنارسی لال گپتا نے شہر حیدرآباد کے بانی کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ "محمد قلی کے دور میں زبان اور ذات پات کا کوئی بھید بھاؤ نہیں تھا۔ قطب شاہ کے دور میں فرامین اردو کے علاوہ تلگو میں بھی جاری ہوا کرتے تھے۔ اور آج بھی حیدرآباد میں قطب شاہ کے دور کی تہذیبی اور لسانی روایات برقرار ہیں۔ اس زمانے میں بھی دارالخلافہ بیرونی سیاحوں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اور آج بھی حیدرآباد ماضی کی روشنی سے منور ہے۔ محمد قلی کی شاعری تلنگانے کے لئے ایک تہذیبی سرمایہ ہے جس سے آنے والی نسلیں فائدہ اٹھاتی رہیں گی۔" میئر بلدہ مسٹر گپتا نے کہا کہ محمد قلی کی شخصیت میں فنکارانہ ذہن کار فرما تھا۔ اس نے دکنی زبان کے نئے سانچے بنائے۔ تالیوں کی گونج میں میئر نے اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے ڈاکٹر زور مرحوم کے علمی و تہذیبی خدمات کو زبردست خراج تحسین ادا کیا۔ آپ کے بعد صلاح الدین نیر نے دلکش ترنم میں محمد قلی کو منظوم نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔

اردو کالج کے پرنسپل پروفیسر سید محمد نے محمد قلی کے عہد شاعری شہر حیدرآباد کی تعمیر اور دکنی ادب پر عالمانہ روشنی ڈالی۔

پروفیسر سید محمد کے بعد نواب میر یٰسین علی خاں اور فیض الحسن خیال نے محمد قلی پر اپنی دلچسپ نظمیں سنائیں۔ پروفیسر سید علی اکبر نے ادارے کی طرف سے محمد قلی کے مزار پر چادر گل چڑھائی۔ گنبد کے اندرونی حصے میں کیپٹن عباس عابدی نے محمد قلی کے مرثیے سنائے۔ قرأت اور فاتحہ خوانی کے بعد آتش بازی کا رنگا رنگ مظاہرہ ہوا جسے حاضرین نے بڑی دلچسپی سے دیکھا۔ گنبد محمد قلی پر رنگ برنگی قمقموں کی روشنی کی گئی تھی۔ اس تقریب کا اختتام ہندوستان گیر اہمیت کا حامل فنکار عزیز احمد خاں وارثی کی قوالی پر ہوا۔ جناب رمن راج سکسینہ کے شکریہ پر رات کے آٹھ بجے تہذیبی اجلاس اختتام کو پہنچا جس کی ریڈیائی رپورٹ آل انڈیا ریڈیو نے ۱۰ر جنوری کو نشر کی۔

دوسرے دن ۱۲ر جنوری ۱۹۶۴ء کو ساڑھے دس بجے ایوان اردو میں صدر ادارہ سید علی اکبر کے ہاتھوں نمائش نوادر قطب شاہی کا ممتاز ادب دوست حضرات کے اجتماع میں افتتاح عمل میں آیا۔ ایوان اردو کی گیلری میں معتمد نمائش کمیٹی نواب میر سراج الدین علی خاں نے افتتاحی تقریر کرتے ہوئے نمائش کی تفصیلات سے واقف کیا۔ اس نمائش میں قطب شاہی ادب، فرامین، اسلحہ، سکہ جات، مخطوطات، تصاویر، کتب، رسائل اور آثار میر مومن کو سلیقے سے پیش کیا گیا تھا جس میں کئی ایک نوادر بھی شامل تھے۔ جو پہلی بار اس نمائش میں دیکھے گئے۔

نمائش کے افتتاح کے فوری بعد ۱۱ر جنوری کو ٹھیک ۱۱ بجے جامعہ عثمانیہ کے صدر شعبۂ اردو ڈاکٹر مسعود حسین خاں کی صدارت میں ادبی اجلاس منعقد ہوا۔ ہند و پاک کی ممتاز افسانہ نگار محترمہ عصمت چغتائی نے تالیوں کی گونج میں کہا کہ اردو والوں کو بالخصوص بمبئی والوں کو جو نامرادی اور یتیمی کا احساس ہوتا ہے وہ محمد قلی کے شہر حیدرآباد آکر ختم ہو جاتا ہے۔ جہاں یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم بھی بہت کچھ ہیں۔ حیدرآباد میں اردو کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ یہاں ایک صحت مند ادبی ماحول ہے۔ اپنائیت کی فضا ہے۔ حیدرآباد اور بالخصوص ایوان اردو میں آکر یہ تاثر اور قوی ہو جاتا ہے کہ یہ اردو ادیبوں کا ماحول ہے۔ ایوان اردو تو خوبصورت عبادت خانہ ہے اور اس کے دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ ہمیں اپنے اسلاف کے کارناموں سے اکتساب فیض کرتے ہوئے ایک نئی زندگی اور صحت مند مستقبل کی تعمیر کرنی ہے اور حیدرآباد کے باہر کے ادیب اور شاعر دراصل محمد قلی کے شہر حیدرآباد کو اپنا میکہ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ یہاں آکر انھیں وہ خلوص اور پیار میسر آتا ہے جو ممتا کا نشان امتیاز ہوتا ہے۔

محترمہ عصمت چغتائی کے بعد ڈاکٹر عابد حسین کی طرف سے ان کی بیگم محترمہ صالحہ عابد حسین نے بھی جو اس تقریب

شرکت کرنے والی تیسری مہمان ادیبہ تھیں۔ اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے ڈاکٹر زور اور ادارۂ ادبیات اُردو کی خدمات کو سراہا اور کہا کہ "زبان اور ادب کا خادم مرجاتا ہے لیکن اس کی عظمت اور اس کا کام باقی رہتا ہے۔ محمد قلی اُردو کا پہلا خادم اور پہلا شاعر تھا۔ اور زور صاحب اُس کے عقیدت مند اور پرستار تھے۔ وہ ہماری زبان کے سرآوردہ رہنما تھے۔ ڈاکٹر زور کو اُردو سے جو خلوص اور وابستگی تھی اس کی وجہ سے اُردو زبان اپنے اس محسن کو ہمیشہ یاد رکھے گی۔ میں اپنی اور ڈاکٹر عابد حسین صاحب کی طرف سے جو اس وقت یہاں موجود نہیں اس کامیاب تقریب کے انعقاد پر نیک توقعات کا اظہار کرتی ہوں۔"

تاریخ گولکنڈہ کے مصنف پروفیسر محمد عبدالمجید صدیقی نائب صدر ادارہ نے محمد قلی کی تعمیر کے زیرعنوان عالمانہ تقریر کی۔

محترمہ بانو طاہرہ سعید نے محمد قلی کو منظوم خراج عقیدت ادا کیا۔ اور پھر ممتاز ادیب اور محقق مولوی نصیر الدین ہاشمی نے "محمد قلی کے عوامی کارنامے" کے زیرعنوان اپنا مقالہ سنایا۔

جواں سال ادیب مسٹر سری نواس لاہوٹی نے "قطب شاہی فن تعمیر" پر مقالہ پڑھا اور بتایا کہ مکہ مسجد کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مکہ معظمہ سے مٹی منگوا کر اس سے بعض اینٹیں تیار کی گئی تھیں۔ مسٹر لاہوٹی نے بتایا کہ چار مینار اس دور کی بہترین عمارت ہے۔ قلعہ گولکنڈہ چارسو فیٹ بلند پہاڑی کو فصیل سے گھیر کر تیار کیا گیا۔ اور قطب شاہی عہد کی عمارتیں ہندو مسلم کلچر اور ملی جلی تہذیب کی آئینہ دار اور رواداری کا بہترین نمونہ ہے۔

وقار خلیل نے قطب اُردو کے زیر عنوان نظم سنائی اور پھر پروفیسر محمد اکبر الدین صدیقی نے محمد قلی کی شاعری پر اپنا گراں قدر مقالہ سنایا۔

صدر جلسہ ڈاکٹر مسعود حسین خاں نے اپنی تقریر میں ڈاکٹر زور اور محمد قلی کا تقابل کرتے ہوئے کہا کہ "ڈاکٹر زور اور محمد قلی کی نسبت وہی ہے جو جانسن اور چاسر کی ہے۔ ڈاکٹر زور اگر کلیات محمد قلی سے روشناس نہ کراتے تو ولی سے قبل کے ادب سے ہم اُردو والے واقف نہ رہتے۔ زور صاحب کی وجہ سے ادبی اور لسانی حیثیت سے ایک اہم بازیافت ہوئی۔" ڈاکٹر مسعود حسین خاں نے محمد قلی کی زبان کے تعلق سے مقالہ پڑھتے ہوئے کہا کہ سلطان محمد قلی کا شمار اُردوئے قدیم کی ان بزرگ ہستیوں میں ہوگا جنھوں نے اس زبان کو نہ صرف ایک ادبی لہجہ عطا کیا بلکہ اپنی پُرجوش شخصیت کی تمام گرمی اور توانائی بھی بخش دی۔ محمد قلی کی زبان اصل حضرت امیر خسرو دہلوی کی زبان کی جنوبی ہند کی جانب توسیع شدہ شکل ہے جو علاءالدین خلجی اور محمد تغلق کے جلو میں چودھویں صدی کے آغاز میں دکن پہنچی ہے۔ محمد قلی قطب شاہ کی زبان معیاری کلاسکی اُردو ہے اس کا عہد ایک طرح سے اُردوئے قدیم دکنی لسانی ماحول میں ارتقاء کا آخری زینہ بھی ہے اس لیے کہ عبداللہ قطب شاہ کے وقت سے دکن کی سرحدوں میں شمالی ہند کی اُردو کی دست درازی پھر شروع ہوجاتی ہے۔ اور اس جدید زبان کا خاکہ بننے لگتا ہے جس کی درمیانی کڑی دلی کی زبان ہے جو بیشتر اس لسانی بازگشت کا حاصل ہے جو دکن نے آصفیہ دور میں قدیم زبان دہلوی سے جدید زبان دہلوی تک مسلسل کی ہے جس کا شاندار نکتہ اور خاتمہ مرحوم جامعہ عثمانیہ پر ہوگا۔"

جناب محمد منظور احمد معتمد ادبی اجلاس کے شکریے پر جلسہ برخاست ہوا۔

۱۲ جنوری کو رات کے ساڑھے نو بجے یوم محمد قلی قطب شاہ کی تیسری نشست محفل شعر و سخن حیدرآباد کی ممتاز تاریخی شخصیت نواب عنایت جنگ بہادر کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ (باقی صفحہ ۸ پر)

پنجاب میں اُردو کا دوبارہ اجرا

پنجاب کی صوبائی سرکار نے طویل مدت کے بعد اپنی غلطی محسوس کرکے اس کی تلافی کا فیصلہ کیا ہے۔ اس مستحسن فیصلے پر تمام محبان اُردو کو حکومت پنجاب کا ممنون ہونا چاہیے۔ اپنے اس فیصلے کے تحت حکومت نے صوبے کے تمام اسکولوں میں اُردو کی تعلیم دوبارہ رائج کرنے کا اعلان کیا ہے۔

پنجاب جو آزادیٔ وطن سے قبل اُردو کا مرکز تھا اور جہاں ہر جگہ اُردو میں تعلیم دی جاتی تھی لیکن تقسیم کے بعد سیاسی مصلحتوں نے پنجاب سے اُردو کا مکمل خاتمہ کردیا۔ پنجاب کو تنظیم نو کے تحت دو منطقوں میں تقسیم کرکے ہندی زون میں پہلی جماعت سے ہندی بحروف دیوناگری اور پنجابی زون میں پنجابی بحروف گورمکھی پڑھانے کا قانون نافذ کردیا گیا۔ اس طرح اُردو زبان پنجاب سے نابود ہوچکی تھی اور تمام عاقبت اندیش عناصر حکومت کی اس پالیسی کو تباہ کن کہتے تھے۔ آخر حکومت کو بھی اس بات کا احساس ہوا لہٰذا چند مہینوں بعد اب ایک سرکلر کے ذریعہ ہندی اور پنجابی ہر دو زبانوں کے اسکولوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ سال رواں کے ماہ اپریل سے اسکولوں میں داخل ہونے والے تمام بچوں کو پنجابی یا ہندی کے ساتھ اُردو پڑھنا بھی لازمی ہوگا۔

اُمید ہے کہ پنجاب سرکار کے اس اقدام کا ہر جانب دل سے استقبال کیا جائے گا۔

سورج تنویر
چنڈی گڑھ (پنجاب)

غزلیں

آزاد گلاٹی

جب خیال اُن کا مرے پاس نہیں ہوتا ہے
اپنی ہستی کا بھی مشکل سے یقیں ہوتا ہے

اور بڑھ جاتی ہے کچھ شانِ جبینِ محزوں
غم کا احساس اگر دل میں مکیں ہوتا ہے

تیری فرقت میں بھی تسکین کے ساماں ہیں بہت
تیری قربت کا تصور جو قریں ہوتا ہے

دل کے دروازے پہ دی آپ نے دستک ورنہ
دل کی دھڑکن کا یہ انداز نہیں ہوتا ہے

غم کو ظلمات کا اک عکس سمجھنے والو!
غم تو احساس کا تابندہ نگیں ہوتا ہے

تیرے جوبن کی تمازت میں پلا ہے شاید
غم کا احساس تری طرح حسیں ہوتا ہے

تیرا احساسِ جفا چوٹ نہ کھائے تو کہوں
اب تری بات کا مشکل سے یقیں ہوتا ہے

ہائے افسردگیِ دل کا یہ عالم، آزاد!
دل جلایا تو اُجالا بھی نہیں ہوتا ہے

جہانگیر جوہر

نہ عہدِ نو کی نہ دورِ کہن کی بات کرو
اشارۂ نگہِ سحرِ فن کی بات کرو

ہمیشہ راہ نماؤں کا ذکر کرتے ہو
کبھی کبھی تو کسی راہزن کی بات کرو

چلے ہو چھوڑ کے سرِ بزم چھوڑنے والو
ذرا کچھ اپنے مذاقِ سخن کی بات کرو

ہمیشہ ماتمِ دورِ خزاں نہیں اچھا
خموش کیوں ہو؟ بہارِ چمن کی بات کرو

دکھا چکے ہو کرشمے تو عقل کے جوہر
بس اب ذرا کوئی دیوانہ پن کی بات کرو

اقبال فرید میسوری

کب کسی گل کی آرزو کرتے
کیا تمنائے لالہ رو کرتے

رحم اے دل کہ ہار بیٹھے ہیں
اور کیا غم کی جستجو کرتے

نت نیا زخم، نت نئی یادیں
کتنے زخموں کے ہم رفو کرتے

عشق میں ضبطِ دل جو کام آتا
ہوش کب کھو کے ہاؤ ہو کرتے

جن کی آنکھوں سے آرزو ٹپکے
ان سے کیا شرحِ آرزو کرتے

وہ رگِ جاں سے بھی قریب ملے
تھک چکے جن کی جستجو کرتے

شرم آتی نہیں فرید تمہیں
ان کی تشہیر کو بکو کرتے

لسانی فارمولے کے تحت اردو تعلیم کا اجراء

انجمن ترقی اُردو شاخ اودے پور (راجستھان) کی مسلسل اور انتھک جدوجہد کے بعد گورنمنٹ گرلس ہائر سکنڈری اسکول اودے پور میں سہ لسانی فارمولے کے تحت اُردو کی تعلیم جاری کر دی گئی ہے۔

اس سلسلے میں کارکنانِ انجمن نے مختلف اوقات میں حکامِ بالا کی خدمت میں درخواستیں دیں۔ وفود نے ملاقاتیں کیں اور ان کو انجمن ترقی اُردو کے موقف اور اُردو تعلیم کے سلسلے میں مشکلات سے آگاہ کیا۔ چنانچہ جن مقامات پر ابھی تک سہ لسانی فارمولے کے تحت اُردو تعلیم کا اجراء نہیں ہوا ہے وہاں کے اُردو دوست حضرات کوشش کریں کہ سرکاری احکامات پر عمل درآمد ہو۔

اس سلسلے میں انجمن ترقی اُردو راجستھان ان حضرات کے لئے اپنے پُرخلوص تعاون کی پیش کش کرتی ہے۔

(کلیم الدین تجلی عثمانی، اسسٹنٹ سکریٹری)

بزمِ اُردو بنگلور

بزمِ اُردو و فارسی گورنمنٹ آرٹس اینڈ سائنس کالج بنگلور کا افتتاحی جلسہ کالج کے پرنسپل شری ادمرجی کے زیر صدارت ۲۰ر مارچ کو منعقد ہوا۔ سکریٹری نے رپورٹ پڑھ کر سُنائی اور اعلان کیا کہ بہت جلد بزم کی جانب سے اُردو رسالہ "حیاتِ نو" منظرِ عام پر آئے گا۔ مہمانِ خصوصی عالی جناب میر اقبال حسین صاحب سابق ہائی کورٹ جج بنگلور نے افتتاحی خطبہ سُنایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آج، اُردو اور ہندی کا رشتہ دو بہنوں کا سا ہے، اس لئے ان زبانوں کو بہنوں کی طرح میل ملاپ کے ساتھ ترقی کرنا چاہئے۔

(سکریٹری محمد انیس الحق متعلم II بی ایس سی)

پنجاب اسمبلی میں لازمی اُردو پر تحریک التوا

چنڈی گڑھ۔ ۲۲ر مارچ۔ ڈپٹی اسپیکر مسز شنو دیوی نے جمعہ کے دن صوبائی قانون ساز اسمبلی میں التوا کی ایک تحریک پیش کرنے کی اجازت نہیں دی۔ جس کا نوٹس جن سنگھ کے ممبر مسٹر بی۔ ڈی۔ ٹنڈن نے دیا تھا۔ مسٹر ٹنڈن اس تحریک کے ذریعہ صوبائی حکومت کے اس حکم پر بحث کرنا چاہتے تھے جس کے تحت پرائمری درجوں میں اُردو لازمی کر دی گئی ہے۔ مسٹر ٹنڈن نے کہا کہ بچے ابتدائی مرحلے میں تین زبانیں سیکھنے کا بار برداشت نہ کر سکیں گے۔ ڈپٹی اسپیکر نے کہا کہ آپ اس معاملہ کو تصرف بل پر بحث کے دوران اٹھا سکتے ہیں۔

مراسلات:

"نہ ہم سمجھے یا نہ میں سمجھا"

"نگار" کا پرانا انتقاد نمبر (جنوری ۱۹۶۳ء) دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس نمبر میں پروفیسر فراق گورکھپوری کا ایک مقالہ بعنوان "عشقیہ شاعری" ہے۔ اس مقالے میں موصوف نے انور دہلوی کے ذیل کے مشہور شعر کو اس طرح لکھا ہے:

نہ ہم سمجھے نہ آپ آئے کہیں سے
پسینہ پونچھئے اپنی جبیں سے

اور یہی شعر، لفظی تغیر کے ساتھ مالک رام نے "تلامذۂ غالب" میں انور دہلوی کے تذکرے میں اس طرح لکھا ہے:

نہیں سمجھا نہ آپ آئے کہیں سے
پسینہ پونچھئے اپنی جبیں سے

سمجھ میں نہیں آتا کہ شعر کے صحیح الفاظ کون سے ہیں؟ نہ ہم سمجھے یا نہ میں سمجھا۔ (اختر پرویز۔ برہان پور)

صحیح یہ ہے۔ ع
نہ ہم سمجھے نہ آپ آئے کہیں سے۔ ادارہ

خان؟

یکم فروری ۱۹۶۴ء کا شمارہ جس میں محترمہ نجمہ سمیع کا مراسلہ شایع ہوا ہے اس وقت میرے سامنے نہیں ہے۔ لیکن اس پر حضرت ادیب جو کا تبصرہ جو عنوان بالا سے آپکی اشاعت یکم مارچ میں شایع ہوا ہے وہ موجود ہے۔ ان کا یہ ارشاد کہ "میں نے تو بچپن میں پڑھا تھا کہ حکومت نے اُن کو (سید کو) 'خان بہادر' کا خطاب دیا تھا" میرے لئے حیرت انگیز ہے۔ سید احمد خاں کے حالات زندگی پر اب تک کوئی کتاب یا کوئی مضمون نظر سے نہیں گزرا جس میں یہ لکھا ہو کہ گورنمنٹ نے سید صاحب کو 'خان بہادر' کا خطاب دیا تھا۔ بے شک سید صاحب ہمیشہ سید احمد خاں لکھے جاتے رہے اور اسی طرح گفتگو میں ان کا نام لیا جاتا رہا اور لیا جاتا ہے۔ لیکن اس کا تعلق خان بہادری کے خطاب سے نہیں ہے۔

اس زمانے میں صدر امین یا صدر الصدور کے نام کے ساتھ "خان" لکھا جاتا تھا۔ مثلاً مولوی عبدالقیوم خاں، مولوی کریم اللہ خاں، یہ دونوں صاحب بھی سید صاحب کے ہمعصر تھے، عہدہ بھی وہی تھا۔ لیکن نہ پٹھان تھے اور نہ خان بہادر کا خطاب رکھتے تھے اور نہ انکے خاندان یا رشتہ داروں میں کسی دوسرے شخص کے نام کے ساتھ لفظ 'خان' استعمال ہوتا تھا۔ (نورالرحمٰن جیسراج ملواڑہ)

"نورالرحمٰن صاحب کی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے سر سید کو خان بہادر کا خطاب ملنے کا ثبوت نہیں ملا۔" (ادارہ)

انجمن ترقی اردو ریاست دلی کا صدارتی انتخاب

۲۹ر مارچ کی شام کو جنرل کونسل انجمن ترقی اردو دلی کی پہلی میٹنگ مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی کی صدارت میں منعقد ہوئی۔

جنرل سکریٹری نے پہلے تعزیتی تجویز صدر، محمد ایوب انجمن ترقی اردو بہار کی اچانک وفات پر پیش کرنے کے لئے کہا، صدر جلسہ نے یہ تعزیتی تجویز حاضرین کے ساتھ ایک منٹ کھڑے ہو کر منظور کی۔

اس کے بعد جنرل سکریٹری نے موجودہ صدر ریاستی شاخ جناب پنڈت سندر لال کا نام کونسل کی صدارت کے لئے تجویز کیا۔ مفتی عتیق الرحمٰن، اجمل خاں صاحب اور گلزار دہلوی نے تائید کی۔ حاضرین جلسہ نے اتفاق رائے سے پنڈت جی کو تین سال کے لئے جنرل کونسل کا صدر منتخب کیا۔

مجلس عاملہ کے لئے جن اصحاب کو منتخب کیا گیا اُن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔

جناب شیو پرشاد سنہا ایڈوکیٹ، مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی، جناب اجمل خاں، جناب مہیشو دیال، جناب عبداللطیف اعظمی، جناب حسن نعیم، جناب پرکاش پنڈت، شری رنبیر ایڈیٹر ملاپ، جناب گلزار دہلوی۔

طے پایا کہ مجلس عاملہ کی میٹنگ انتخاب عہدیداران کے لئے ۱۲ر مارچ کو کی جائے۔

دھولیا کا طرحی مشاعرہ

۷ر مارچ کی شب میں آزاد لائبریری دھولیا کی امداد کیلئے کلا مندر کے شاندار اسٹیج پر حضرت اعجاز صدیقی مدیر شاعر بمبئی کی صدارت میں مشاعرہ ہوا۔ ہزاروں کی تعداد میں اہل ذوق نے شرکت کی۔ یہ مشاعرہ رات کے دس بجے سے صبح کے چار بجے تک کامیابی سے چلتا رہا۔

بیرونی شعراء میں حضرت اعجاز صدیقی، نازش پرتاب گڈھی، دل لکھنوی، اعجاز کامٹوی، شوق سالکی لکھنوی، مظفر شاہجہانپوری، پروفیسر منشا، وفا صدیقی، رفعت بھوپالی، مضطر اندوری، قمر مالیگانوی، واحد علی بانگے، سیف بھاولی، یوسف تشنہ، تاج باجوری نے شرکت کی۔ مقامی شعرا میں حضرت غریب انصاری، حضرت اکرم دھولیوی، ضیا انصاری، ایم احسن، ڈاکٹر رشید صہبائی، پروفیسر فخر ایم۔ اے، رزاق نور اور شہاب بہت نمایاں رہے۔

(سراج انصاری)

انجمن ترقی اردو دلی کی علاقائی شاخیں

عرصے سے انجمن کی تنظیم کو وسیع کرنے اور اس کے کاموں کو آگے بڑھانے کے لئے دلی کے ہر علاقے میں شاخ قائم کرنے کی ضرورت مجلس عاملہ محسوس کر رہی تھی، چنانچہ مرکزی انجمن سے صلاح و مشورے کے بعد مجلس عاملہ نے طے کیا کہ پارلیمانی علاقوں کو اضلاع مان کر علاقائی شاخیں قائم کی جائیں۔ کافی غور و خوض کے بعد یہ طے کیا گیا کہ پانچ شاخیں قائم کی جائیں لیکن ایسا کرنے کے لئے علاقوں میں ردّ و بدل کرنا ضروری تھا۔ عام طور پر اس سے اتفاق کیا گیا کہ دیہی علاقہ جو ایک بڑا علاقہ ہونے کے سبب دریائے جمنا سے منقسم بھی ہے ایک مرکز کے تحت کام نہ کر سکے گا۔ اس لئے جمنا پار کے علاقوں کو جن میں شاہدرہ، گاندھی نگر اور دوسری بڑی بڑی نو آبادیاں شامل ہیں ایک حلقہ یا علاقہ مان لیا جائے اور اس علاقے کے جمنا سے ادھر کے حصوں کو جن میں جامعہ نگر، لاجپت نگر، سندر نگر، ایسٹ نظام الدین، چراغ دہلی، کالکا، بھوگل اور دوسری نو آبادیاں شامل ہیں۔ نئی دہلی کے کچھ علاقوں کو جن میں نظام الدین بستی شامل ہے ملا کر ایک علاقہ بنا دیا جائے تاکہ انتظامی اور تنظیمی اعتبار سے کوئی مشکل نہ ہو، نئی دلی کے باقیماندہ علاقوں اور قرولباغ پر مشتمل ایک تیسرا علاقہ رہے، یہ اس لئے کیا گیا کہ نئی دلی کے تمام علاقے کی نو آبادیاں دور دراز فاصلوں پر ہونے کے باوجود اس لئے ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں کہ ان میں زیادہ تر سرکاری یا غیر سرکاری ملازمین آباد ہیں اور یہ سب دفاتر میں کام کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملنے کے مواقع ان کو حاصل ہیں۔ چنانچہ مجلس عاملہ کے ان فیصلوں کی روشنی میں مرکزی انجمن کی ہدایات اور قواعد و ضوابط کے مطابق دسمبر سے فروری تک پانچوں علاقائی شاخوں کی تشکیل کے سلسلے میں کام ہوتا رہا۔

شاخوں کی تفصیلی رپورٹ

شاخ نئی دلی۔ بیگم انیس قدوائی (ایم۔پی) کی صدارت میں ان کی کوٹھی ۱۶۔ وِنڈسر پلیس پر ۲ر دسمبر کو ایک میٹنگ ہوئی جس میں حسب ذیل عہدیداران کا انتخاب کیا گیا۔

صدر۔ بیگم انیس قدوائی، نائبین صدر۔ شری رنبیر (ملاپ)، جناب روش صدیقی، جنرل سکریٹری جسن نعیم صاحب، جوائنٹ سکریٹری۔ سید مصباح الدین شکیل، خازن۔ جناب احمد مہدی صاحب (ایم پی) راجہ سیر پورا، مجلس عاملہ۔ اجمل خاں صاحب۔ اطہر حسین صاحب۔ سردار گوردیال سنگھ ایڈوکیٹ۔ سید علی جواد زیدی۔ رتن موہن ناتھ خاّر دہلوی۔ سید حامد صاحب۔ بیگم نسیم چشتی۔ جگدیش چندر صاحب۔ رئیس مرزا۔ گوربچن چندن صاحب۔

۷ر دسمبر کو شہری شاخ قائم کرنے کے لئے ایک جلسہ انجمن کے دفتر میں ہوا، مندرجہ ذیل عہدیداران اور مجلس عاملہ کا انتخاب عمل میں آیا۔

عہدیداران شہری شاخ: صدر۔ آنند موہن زتشی گلزار دہلوی، نائبین صدر۔ حکیم محمد شریف خاں، ستیش چندر طالب دہلوی، جنرل سکریٹری۔ بہار برنی، جوائنٹ سکریٹری۔ جے دیو سنگھ شان حسن زیدی، اسسٹنٹ سکریٹری۔ عزیز الرحمان جامعی، خازن۔ عزیز وارثی،

مجلس عاملہ: جناب مفتی عتیق الرحمن عثمانی، جناب مہیندر دیال، ڈاکٹر تنویر علوی، ڈاکٹر خلیق انجم، جناب اسلم پرویز، جناب قمر فرشوری، جناب حیات لکھنوی، سید جواد احمد، شیخ محمد ہارون (جاپان والے) حکیم نیر شمیم، عارف علی اسلم، ظفر ادیب صاحب،

شاخ بیرون دلی کے لئے ۲۸ر دسمبر کو حمیدہ سلطان کی صدارت میں جلسہ ہوا۔ انتخاب عہدیداران مجلس عاملہ کیا گیا۔

عہدیداران: صدر۔ جناب پرکاش پنڈت، نائبین صدر، شری بی۔ ایل۔ چندن، جناب جوہر چیتیونی، سکریٹری۔ بنسی لال پرواز، جوائنٹ سکریٹری۔ مہیش چندر نقش، راز کوشل، خازن۔ کرپال سنگھ ساہنی،

مجلس عاملہ: نریندر سنگھ، بلدیو راج کھنہ، رام لبھایا مہرہ، مان سنگھ، صورت سنگھ، بلونت سنگھ شرما، کبیر الدین، سید حسن اختر، ہری کشن صاحب، گوربخش سنگھ صاحب، عبدالقدیر صاحب، روپ چند صاحب،

مغربی دلی شاخ کے لئے میٹنگ حکیم خلیل الرحمٰن نادر دہلوی کی صدارت میں ہوئی، حسب ذیل عہدیداران منتخب ہوئے۔

صدر۔ جناب حکیم خلیل الرحمٰن نادر دہلوی، نائب صدر شریمتی شیلا شیام ناتھ، نائب صدر۔ محمد عاشقین صاحب، سکریٹری۔ کامل قریشی دہلوی، جوائنٹ سکریٹری محسن زیدی۔ خازن۔ بلونت سنگھ جبین،

مجلس عاملہ: تبسم سعیدی صاحب، ساحر ہوشیارپوری صاحب، رشید حسن خاں صاحب، برق صہبائی صاحب، ظہیر احمد صدیقی صاحب، ایس۔ کے۔ بھٹناگر، جمال صاحب، حافظ عبدالعزیز، ایوب احمد فاروقی، ڈاکٹر پرشاد گوہر دہلوی، صدر الدین انصاری،

شاخ جنوبی دلّی کے لئے ۱۱ر جنوری کو جامعہ نگر میں جناب شیو پرشاد سنہا ایڈوکیٹ کی صدارت میں میٹنگ ہوئی، مندرجہ ذیل عہدیداران اور مجلس عاملہ کا انتخاب کیا گیا۔

صدر۔ شیو پرشاد سنہا صاحب، نائب صدر ڈاکٹر سعید انصاری، ضیاء الحسن فاروقی صاحب، جنرل سکریٹری۔ عبداللطیف اعظمی صاحب، جوائنٹ سکریٹری۔ کیلاش ماہر، مجیب احمد خاں صاحب، خازن۔ خوشتر گرامی صاحب،

مجلس عاملہ:۔ حسن ثانی نظامی صاحب، سید شوکت حسین ایڈوکیٹ، ظفر پیامی صاحب، ضامن نظامی صاحب، عبدالحق خاں صاحب، محمد ادریس صاحب، برکت علی فراق صاحب، رام کشن مضطر صاحب، رادھے شام پاٹھک صاحب، علامہ اخلاق احمد دہلوی صاحب، عبداللہ ولی بخش قادری صاحب، سید منیر الحسن صاحب،

کونسل ریاستی شاخ کیلئے نمائندے

۱۔ شاخ نئی دہلی:۔ بیگم انیس قدوائی، حسن نعیم، اجمل خاں، بشری، تبیرہ:۔

۲۔ شہری شاخ:۔ گلزار دہلوی، عزیز وارثی، مہیشور دیال، شیخ محمد ہارون، بہار برنی، سید احمد جواد:۔

۳۔ شاخ بیرون دلی:۔ پرکاش پنڈت، نندلال پروانہ، بی۔ ایل۔ چندن:۔

۴۔ شاخ جنوبی دلی:۔ شیو پرشاد سنہا ایڈوکیٹ، ڈاکٹر سعید انصاری، عبداللطیف اعظمی:۔

۵۔ شاخ مغربی دلّی:۔ حکیم خلیل الرحمٰن نادر دہلوی، کامل قریشی دہلوی، نامزد ممبران:۔ پنڈت سند لال، مفتی عتیق الرحمٰن، جناب روش صدیقی، ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی، بیگم حمیدہ سلطان:۔

بقیہ

یوم محمد قلی قطب شاہ کا آنکھوں دیکھا حال

جس میں خورشید نظیر اور صادق نقوی نے محمد قلی کو منظوم خراج عقیدت ادا کیا۔ اور راشد آذر، سلیمان خطیب، برق یوسفی اور بشیر النسا بیگم بشیر نے نظمیں سُنائیں اور تاج قریشی، انیس احمد کلیم، خیرات ندیم، میر یٰسین علی خاں، بانو طاہرہ سعید، وقار خلیل، محمد منظور احمد، مظہر کامل، شور عثمانی، صلاح الدین نیر، نقی علی خاں ثاقب، شمس الدین تاباں، فیض الحسن خیال، میر سراج الدین علی خاں سراج، ڈاکٹر اسد انصاری، احمد علی امکان، اختر واحدی اور احمد اللہ قادری نے غزلیں سُنائیں۔ محفل شعر و سخن کا اختتام ڈاکٹر زور کی غزل پر ہوا جسے نیر نے ترنم سے سنایا۔ وقار خلیل معتمد مشاعرہ نے مشاعرے کے آغاز سے پہلے ڈاکٹر ذاکر حسین نائب صدر جمہوریۂ ہند کا پیام پڑھا جس میں یوم محمد قلی کی کامیابی کی توقع کا اظہار کیا گیا تھا۔ صدر ادارہ پروفیسر سید علی اکبر نے ابتداء میں صدر مشاعرہ کی گل پوشی فرمائی۔

یوم محمد قلی قطب شاہ کی سہ روزہ تقاریب کا کامیاب اختتام ۱۳ر جنوری کو ساڑھے پانچ بجے شام منعقدہ تلگو اجلاس پر ہوا جو آندھرا سارسوتہ پریشد میں جناب بی رامانجا راؤ معتمد آندھرا پردیش ساہتیہ اکاڈیمی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ تلگو داں حضرات کے کثیر اور نمائندہ اجتماع میں مسٹر کے۔ بی۔ بھوپال راؤ، شریمتی ٹی۔ الیسودھا لکچرار ویمنس کالج اور اس تقریب کے معتمد ڈاکٹر رام راجو ریڈر شعبۂ تلگو جامعہ عثمانیہ نے محمد قلی کے ادب، تہذیب اور اس کی تلگو اور اُردو شاعری پر شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی۔ اس تقریب کی ریڈیائی رپورٹ بھی آل انڈیا ریڈیو حیدرآباد سے نشر کی گئی۔

ناگ پور کے گرجا اسکول میں اُردو

شہر ناگپور صدر بازار میں چرچ کا اسکول ہے جس کا نام بشپ کاٹن اسکول ہے۔ عرصہ دو سال کا ہوا اسکول کے ہیڈ ماسٹر آر۔ این تھومین صاحب نے ایک اُردو کلاس اسکول میں کھولا ہے جس کے فرائض تعلیم تاج محمد صاحب انجام دیتے ہیں۔ یہ اُردو کلاس عرصہ دو سال سے جاری ہے جس میں کم و بیش ستّر ہر مذہب کے طلبہ عیسائی، سکھ، ہندو، پارسی، اُردو شوق سے پڑھتے ہیں۔

(منصور داؤد)

راجستھان ساہتیہ اکیڈمی اودے پور

راجستھان ساہتیہ اکیڈمی نے اُردو زبان میں سہ ماہی رسالہ بنام نخلستان نکالنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اسکے ایڈیٹر ساہتیہ اکیڈمی کے رکن جناب پریم شنکر سریواستو شنکر ہوں گے:۔ راجستھان ساہتیہ اکیڈمی کی پروجیکٹ یوجنا کے تحت ہندی، سنسکرت، راجستھانی اور اُردو کے معیاری ادبی جریدہ کو امداد دی جاتی ہے لیکن راجستھان میں اُردو کا کوئی معیاری ادبی رسالہ شائع نہ ہونے کے باعث ساہتیہ اکیڈمی نے خود ہی ادارہ نخلستان ادب کی تشکیل کرکے نخلستان کے نام سے سہ ماہی رسالہ نکالنے کا فیصلہ کیا ہے۔

(روہیلکھنڈ اخبار)

صدر انجمن کی تقریر

دہلی یونیورسٹی کے شعبۂ اُردو کے ایک جلسے کی صدارت کرتے ہوئے ڈاکٹر ہیرو ے ناتھ کنزرو صدر انجمن ترقی اُردو ہند نے فرمایا کہ "اُردو شاعری میں قومیت کا کیا حصہ ہے۔ اس کے متعلق میں کوئی قطعی بات نہیں کہہ سکتا لیکن اتنی بات کی تائید ضرور کرتا ہوں کہ مقالہ نگار کی اس رائے سے ہم سب کو اتفاق ہونا چاہئے، کہ ہندوستان کی بنیاد اگر اتحاد پر رکھی جاتی تو بہتر ہوتا۔ مجھے اُردو نثر و نظم سے بھی آگاہی کم ہے لیکن اُردو شاعری سے مجھے ایک خاص ربط ہے اس میں جو لوچ اور نرمی ہے وہ دلوں کو ہم نوا بناتی ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ اُردو صرف مسلمانوں کی زبان ہے، غلط ہے۔ اس میں ہندوؤں کا بھی اتنا ہی حصہ ہے۔ میں ہندی کا مخالف نہیں ہوں اس کی شاعری میں بھی حلاوت ہے۔ لیکن شاعری اصلی نہج کی ہونی چاہئے اگر اُردو ہندی والے یہ خیال نہ کریں گے تو اچھی بات نہیں ہوگی۔ میں تو مولانا محمد حسین آزاد کی سادہ اور سہل شاعری کو پسند کرتا ہوں، اس لئے یہ کہتا ہوں کہ اُردو ہندی کے ادیب یہ خیال نہ کریں کہ ان کے نظریئے دو ہیں، کیونکہ مجھے ہندی کا کوئی شاعر ایسا نہیں ملا جس نے کہا ہو کہ امیر خسرو ہندی کے شاعر نہیں تھے، اسی طرح اُردو والوں کا حال ہے۔ دراصل اگر اُردو کو ہندی کی دوسری شکل سمجھی جائے یا دوسری زبان جانی جائے تب بھی اس میں اُردو کا کیا نقصان ہے؟ ہاں اگر ہم دریا دلی سے کام لیں تو فضا بہتر بن سکتی ہے۔"

صاحب صدر نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ "زبان کوئی ہو مگر سب کا موضوع یہی ہے کہ دل پر ایسا اثر ہو، جو ہماری بصیرت میں اضافہ کرے جیسے تارے بہت سے ہیں مگر ان کی روشنی یکساں ہے۔ اسی طرح زبانیں کتنی ہی ہوں مگر ان کی اصل اور بنیاد ایک ہی ہے۔ اسی طرح زبان کے لئے حکومت محض روپیہ صرف کرتی ہے مگر اس کی تبلیغ و ترقی عوام کا کام ہے، اب اگر اُردو کے لئے بھی حکومت روپیہ صرف کرے تو کیا نقصان ہے، حکومت کی طرف سے ہر سال ایک مشاعرہ ریڈیو والے نشر کرتے ہیں جس میں تمام زبانوں کے کلام سنائے جاتے ہیں مگر میں نے کسی سے یہ بات نہیں سنی کہ اگر اتنی زبانوں کو موقع دیا گیا تو اس سے زبان کو نقصان پہنچے گا۔ اسی طرح یہ کہنا کہ اُردو مسلمانوں کی زبان ہے۔ تو میں سوال کروں گا کہ کیا یہ ایران یا افغانستان سے آئی ہے یا وہاں پیدا ہوئی ہے یا اگر سرود و موسیقی وغیرہ سے خسرو کا واسطہ تھا تو کیا یہ اہل ہنود کے لئے باعث نفرت ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ فنون کو تقسیم نہیں کرنا چاہئے اگر یہ کیا گیا تو روضۂ تاج محل کو بھی اسلامی کہنا ہوگا۔ اگرچہ ایسی کوئی عمارت مصر یا اسلامی ممالک میں نہیں ہے۔ اس لئے میرا خیال اور یقین ہے کہ ہندوستانی کلچر کی یہ سب علامتیں ہیں اور ہندوستان میں جو کچھ بھی تبدیلی عمل میں آئے وہ ہندوستانی ہوگی اور ہماری میراث ہوگی اور اس کا واسطہ ہم سب سے ہوگا۔"

جناب مغیث الدین فریدی صاحب استاد شعبۂ اُردو دلی یونیورسٹی نے اپنا مقالہ "قومی یک جہتی اور اُردو" پڑھا۔ مقالے کی ابتدا سے قبل ملاقات روس کے دو عظیم ادیبوں کے اعزاز میں عصرانہ دیا گیا۔ جس میں معزز مہمانوں نے روسی ادب کے متعلق مفید معلومات فراہم کیں اور شعبۂ اُردو کے لئے اپنی تصانیف تحفۃً پیش کیں۔

جناب مغیث الدین فریدی صاحب نے اپنے مقالے میں جدید اُردو شاعری میں قومی یک جہتی کے عہد بہ عہد ارتقا کا جائزہ لیا اور ۱۸۵۷ء سے لے کر سنہ ۱۹۴۶ء تک کی اُردو شاعری میں جو تبدیلیاں ہوئی ہیں ان کا تذکرہ کیا۔ آپ نے کہا کہ اس عہد کی شاعری میں قومیت کی تحریک کی مکمل تاریخ نظر آتی ہے۔ یہ صرف رنگ و بو کی شاعری تھی جو دوہی ہے۔ اس میں جام کی کھنک کے ساتھ تیغ کی جھنکار بھی ملتی ہے اس کے جلوۂ صد رنگ میں ہندوستانی قومیت کی تابناک تصویر نظر آتی ہے۔ اس لئے اس سے یہ توقع بے جا نہیں کہ آزاد جمہوری دور میں نئے ہندوستان کی متحدہ قومیت کی تعمیر کا وسیلہ ہے۔

جلسے کی ابتدا میں ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی صدر شعبۂ اردو دلی یونیورسٹی نے حاضرین و معزز مہمانان اور صاحب صدر کا تعارف کرایا۔ آخر میں ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی، ریڈر شعبۂ اُردو نے تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور جلسہ ۹ بجے شب کو ختم ہوا۔

حضرت امجد حیدرآبادی کا عرس

حیدرآباد دکن کے شاعر شہنشاہ رباعیات حضرت امجد حیدرآبادی (متوفی سنہ ۱۳۸۰ھ) کے تیسرے عرس کی تقاریب میں امجد مسکن آغا پورہ میں جلسہ تلاوت کلام پاک ہوا اور قصیدہ بردہ شریف پڑھا گیا۔

بعد مغرب جلوس صندل درگاہ شاہ خاموش روانہ ہوا، جہاں پیشوایان مذہب نے جلوس کا استقبال کیا۔

(محمد عمر یوسفی، معتمد امجد اکاڈمی)

یوم ایوب

سہسرام اُردو اسٹوڈنٹس فیڈریشن اور انجمن ترقی اُردو کا ایک متحدہ جلسہ زیر صدارت جناب افسر عبدالسلام صاحب بروز اتوار بتاریخ ۲۲ مارچ ۱۹۶۴ء "یوم ایوب" کے موقع پر منعقد ہوا۔ جلسہ میں مقامی اسکول اور کالج کے طلبہ اور معززین شہر کافی تعداد میں شریک رہے۔ صدر نے مرحوم کی زندگی پر روشنی ڈالی اور مندرجہ ذیل تجاویز بالاتفاق منظور ہوئیں :-

۱۔ یہ جلسہ جناب محمد ایوب صاحب ایڈوکیٹ پٹنہ کی وفات حسرت آیات پر اظہار غم اور پس ماندگان سے اظہار ہمدردی کرتا ہے۔ مرحوم تحریک اُردو کے روح رواں تھے۔ بہار میں آپ نے نہ صرف اُردو کی خدمت میں اپنا وقت، اپنا روپیہ اور اپنی دماغی صلاحیتیں صرف کیں بلکہ ملت کے دکھ درد میں ہمیشہ شریک رہے۔ مرحوم ایک مخلص قومی کارکن، سچے خادم با اصول انسان تھے، خاموشی سے کام کرنے والے، ارادے کے پکے، اور عزم کے صادق تھے۔ مرحوم کی وفات سے بہار نے گوہر گراں بہا کھو دیا۔

۲۔ یہ جلسہ طے کرتا ہے کہ مرحوم نے جس مقصد کو اپنی زندگی کا مشن بنایا تھا، یعنی اُردو کی خدمت اور اس کی ترقی و ترویج اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اپنی تمام صلاحیتیں صرف کرے گا اور اس وقت تک مطمئن نہ ہوگا جب تک کہ اُردو کو اس کا صحیح مقام حاصل نہ ہو جائے۔

مظہر علی (جنرل سکریٹری)

یوم اقبال و محفلِ مشاعرہ

فرسٹ گریڈ کالج یونین کولار کے زیر اہتمام یکم مارچ ۶۴ء کو جبکہ "یوم اقبال" عالی جناب ایم کرشنا اُرڈپا ایم۔اے پرنسپل کی صدارت میں منایا گیا جناب شیش گری راؤ ایم۔اے نے خصوصی مہمان عالی جناب محمد رحمت اللہ خاں صاحب آصف بی۔اے اسسٹنٹ کمشنر کولار کا تعارف حاضرین جلسہ سے کرایا۔ مہمان خصوصی نے ڈاکٹر سر محمد اقبال پر بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ اُسی شب ایک طرحی محفل مشاعرہ جناب محمود ایاز صاحب مدیر روزنامہ "سالار" بنگلور کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ شاکر، انور، سرکار، انجم، خلیل سیمابی، علیم سہیل، پرشاد، اقبال، منیر، عادل، ہیم، ممتاز، تاج بیگی وغیرہم نے شرکت فرمائی۔

(انجم الحسن کولار)

ادیبوں کا خیر مقدم

انجمن ترقی اُردو شاخ بودھن سنتوش نگر کی جانب سے دارالمطالعہ و کتب خانۂ عام انجمن ہٰذا پر سلسلۂ تشریف آوری مسرز سرینواس لاہوٹی، مخدوم محی الدین، سلیمان اریبؔ، کنول پرشاد کنولؔ، سعید شہیدی، عزیز قیسی، طالب رزاقی، خیرات ندیم، اقبال متین، برق یوسفی، سرور ڈنڈا، ایک خیر مقدمی جلسہ زیر صدارت مخدوم محی الدین صاحب ترتیب دیا گیا۔ جس میں ابوالخیر صاحب صہبا صدر انجمن نے مہمانوں اور اراکین انجمن کا تعارف کروایا پھر حافظ رفیق احمد صاحب منصف معتمد شعبۂ تعلیم نے اپنے شعبے کی کارکردگی اور اُردو جماعتوں کے قیام سے متعلق امور پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد سرینواس لاہوٹی صاحب نائب معتمد انجمن ترقی اُردو آندھرا پردیش نے انجمن ترقی اُردو شاخ سنتوش نگر کی کارگزاری کو سراہتے ہوئے فرمایا کہ اُردو ذریعۂ تعلیم کے طلبہ پر یہ غیر ضروری بار پڑ رہا ہے کہ انھیں چار زبانیں پڑھنی پڑتی ہیں جس کی وجہ سے سہ لسانی فارمولا آندھرا پردیش میں اہل اُردو کے لئے بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ہماری کوششیں جاری ہیں۔ اور ہمیں یقین ہے کہ یہ بار بھی ہلکا ہو جائے گا۔

بعد میں صدر جلسہ مخدوم محی الدین صاحب نے اپنی فاضلانہ تقریر میں ارشاد فرمایا، کہ دستور ہند میں (۱۴) زبانیں تسلیم کی گئی ہیں۔ جو صرف ہائی اسکول تک ساتھ دیتی ہیں۔ اس کے بعد سب کو انگریزی کے ذریعے ہی آگے پڑھنا پڑتا ہے جو ارباب تعلیم کیلئے غور طلب ہے۔

آندھرا گورنمنٹ نے یہ بہت اچھا اقدام کیا کہ اُردو کو بھی یہاں کی علاقہ واری زبان تسلیم کر لیا لیکن یو۔پی گورنمنٹ نے اب تک ایسا نہیں کیا۔ سرینواس لاہوٹی صاحب نے انجمن کی مطبوعات دارالمطالعہ کے لئے روانہ فرمانے کا اعلان کیا۔ سلیمان اریب صاحب نے اپنا ماہنامہ "صبا" اور کنول پرشاد صاحب نے اُردو، تلگو، ہندی، تین پرچے جاری فرمانے کا اعلان کیا۔ اقبال متین صاحب نے اپنے افسانوں کا مجموعہ "اُجلی پرچھائیاں" عنایت فرمایا۔

افسانوی ادب پر بارہ انعام

مرکزی وزارتِ تعلیم نے غیر ہندی علاقوں کے ادیبوں کو "افسانہ" کی کتابوں پر ڈیڑھ ڈیڑھ ہزار روپے کے بارہ انعام دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ کتابیں ۳۰ رجون تک پہنچ جانی چاہئیں۔ گزشتہ تین سال کے دوران درج ذیل لسانی گروپوں میں شایع ہونے والی کتابیں ہی داخل کی جاسکتی ہیں:۔

(۱) اُردو۔ کشمیری۔ پنجابی۔
(۲) مرہٹی۔ گجراتی۔
(۳) بنگلہ۔ اڑیسہ۔ آسامی۔
(۴) تامل۔ کنڑ۔ تیلگو اور ملیالم۔

ابتدائی دو گروپوں میں ہر گروپ پر دو انعام، اور نمبر ۳ و ۴ کے گروپوں میں فی گروپ چار انعام دیئے جائیں گے۔

اشاعتِ اُردو بھوپال

"دارالحکماء" کی ماہانہ ادبی نشستوں میں حصہ لینے والے اُردو دوست حضرات کو ایک سرگرم اور فعال جماعت میں بدلنے کے لئے ایک نئی جماعت کا قیام عمل میں آیا جس کا نام کثرت آراء سے "ادارہ اشاعت اُردو" تجویز کیا گیا۔ درج ذیل حضرات اس کے عہدیدار منتخب ہوئے:۔

صدر۔ جناب انور فاطمی، جنرل سکریٹری۔ مولانا ایم۔ اے باری خاں، نائب صدر۔ قمرالدین احمد صاحب، نائب سکریٹری۔ عبدالرشید خاں صاحب، ناظم نشر و اشاعت۔ عبدالرزاق کاظمی صاحب۔

انتخاب انجمن ترقی اُردو ڈاسنہ

۲۶ر فروری سنہ ۱۹۶۴ء کو انجمن ترقی اُردو ڈاسنہ کی جنرل میٹنگ ہوئی جس میں نیا انتخاب ہوا۔ انجمن ۶ر جنوری سنہ ۱۹۶۱ء کو قائم ہوئی تھی۔ لہٰذا بائی لاز کے مطابق تین سال میں نیا انتخاب ہونا ضروری تھا۔ لہٰذا مندرجہ ذیل طریقے پر انتخاب عمل میں آیا۔

صدر، جناب منشی شرافت علی خاں صاحب۔ نائب صدر، جناب محمد صاحب صدیقی۔ جنرل سکریٹری، محمد عطاء اللہ خاں عطاؔ۔ جوائنٹ سکریٹری جناب محمد یامین صاحب قریشی۔ پروپیگنڈا سکریٹری، جناب محمود علی صاحب قریشی۔ خازن، جناب عبدالکریم صاحب انصاری۔

نمائندگان برائے ریاستی کونسل:۔

(۱) جناب منشی شرافت علی خاں صاحب۔ (۲) محمد عطاء اللہ خاں عطاؔ۔

انجمن شبینہ اسکول کے لئے ایک الگ سب کمیٹی بنائی گئی جس میں مندرجہ ذیل عہدیداران منتخب کئے گئے:۔

(۱) جناب پہلوان سعید احمد صاحب، صدر۔
(۲) جناب محمد یامین صاحب قریشی، منیجر۔
(۳) جناب عبدالکریم صاحب انصاری، سکریٹری۔

عبدالقادر سروری

تبصرہ

سیر افلاک

فلکیات کے موضوع پر ایک بہت ہی مفید کتاب ہے جسے جناب علیم احمد نقوی نے مرتب کیا ہے اور انجمن ترقی اردو، علی گڑھ سے شائع ہوئی ہے۔ یہ ایک واضح بات ہے کہ کسی زبان کی ترقی محض شعر و ادب اور تنقید کی ترقی سے عبارت نہیں، بلکہ اس کی ترقی کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ زبان اپنے بولنے والوں کی فکری زندگی کا، ہر شعبۂ علم میں کہاں تک ساتھ دیتی ہے۔ اور انھیں ترقی کے مدارج تک پہنچاتی ہے۔ یہ مسئلہ ضرورت اور اس کی تکمیل سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ چونکہ علمی مطبوعات، ادب اور شعر کی طرح مقبول عام نہیں ہوتیں، ان کے لئے ذہنوں کو تیار کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ ضرورت ایسی دانش گاہیں پیدا کرتی ہیں جہاں زبان تعلیم کا ذریعہ ہوتی ہے۔

حیدر آباد کے نواب شمس الامراء ثانی، جموں و کشمیر کے مہاراجہ رنبیر سنگھ کے محکمۂ ترجمہ، سر سید کی سائنٹفک سوسائٹی، اور جامعہ عثمانیہ کے شعبۂ تالیف و ترجمے نے اردو کو جدید سائنسی علوم سے روشناس کرنے کی جو منظم کوششیں کی تھیں وہ اب قصۂ ماضی بن گئی ہیں۔ سائنسی علوم میں تحقیقات کا سلسلہ "سکونی" نہیں بلکہ "حرکی" ہوتا ہے۔ ہر موضوع بلکہ اس کے ضمنی شعبوں کے بارے میں ہر روز نئے زاویۂ نظر ہمارے سامنے آرہے ہیں اور نئے نئے انکشافات ہوئے ہیں۔ اس لئے یہ صحیح ہے کہ کسی ایک موضوع، یا اس کے کسی ایک پہلو پر چند برسوں میں ایک آدھ کتاب کی اشاعت ضرورت کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ تاہم اس سے نئے منظر ضرور کھل سکتے ہیں۔ اس اعتبار سے انجمن ترقی اردو کی یہ سعی یقیناً نہایت مستحق ہے کہ اس کے ارباب حل و عقد نے اردو کی ہمہ جہتی ترقی اور جدید علوم میں اردو بولنے والوں کی تربیت کے مقصد سے عام فہم سائنسی کتابوں کی اشاعت کا تہیہ کیا ہے۔ اور انجمن کے معتمد پروفیسر آل احمد سرور کے الفاظ کہ "انجمن نے علمی موضوعات پر عام فہم اسلوب میں کتابیں لکھوانے کا ایک پنج سالہ پروگرام بنایا ہے"، ایک بشارت ہیں۔ توقع ہے کہ اس پروگرام کے تحت مختلف شعبوں میں سائنس کی جدید ترقی کا نچوڑ ہماری زبان میں آسکے گا۔ یہ توقع اب شاید صرف انجمن ہی سے کی جا سکتی ہے۔

"سیر افلاک" جملہ تیرہ ابواب پر مشتمل ہے جن میں علم افلاک کی تاریخ، آفتاب، چاند، چھوٹے بڑے سیاروں، دُم دار تاروں، شہاب ثاقب، نظام شمسی، فضائی فاصلے، کہکشاں، راکٹ، کائناتی سحابیے، ستاروں کی تخلیق پر حتی الامکان آسان اور عام فہم زبان میں معلومات پیش کئے گئے ہیں۔ ایک مختصر سا ضمیمہ بھی منسلک ہے، جس میں کرۂ ارضی کے نقشوں کی تیاری کے بارے میں جدید معلومات شامل ہیں۔

عالم کہکشاں سے پرے نئے اور نامعلوم جہانوں کی (Galaxies) کی تفصیلات، نظام کائنات، آئنسٹائن کے نظریئے، اجسام سماوی، مسئلۂ حیات، پرواز اور فضائی سفر کے بارے میں بھی اس کتاب میں تازہ ترین معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ مطالب کی پیش کشی کا طریقہ عام فہم ہے اور عبارتوں کو پڑھ کر پروفیسر آل احمد سرور کے قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ "نقوی صاحب علمی مسائل کو صاف ستھرے اسلوب میں بیان کرنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں"۔ یہی نہیں، بلکہ اکثر جگہ تحریر کا انداز دلچسپ بلکہ ادبی ہے۔ مصنف نے بھی اپنی گذارش میں ایسی کتابوں کو معمولی اور سادہ زبان میں لکھنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔

علمی کتابوں میں اصطلاحات کا مسئلہ بڑا کٹھن ہوتا ہے۔ کتاب کے مصنف نے اصطلاحات کے سلسلے میں مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی اس تجویز پر عمل کیا ہے کہ "جن انگریزی اصطلاحوں کا رواج ہو گیا ہے، اردو میں وہی استعمال کی جائیں بجائے اس کے کہ ان کے مترادف اور غیر مانوس عربی الفاظ تلاش کئے جائیں"۔

اس سلسلے میں علمی کتابوں کے مصنفین اور مترجمین کے پیش نظر یہ بات بھی رہنی چاہیئے کہ کونسی انگریزی اصطلاحات اردو پڑھنے والوں سے مانوس ہیں۔ مثلاً ایک اصطلاح "Galaxy" کی "سیر افلاک" کے مصنف نے استعمال کی ہے جس کے اردو خوانوں سے مانوس ہونے کے امکان کے قطع نظر اس میں بھی شبہ ہے کہ وہ اس کا تلفظ صحیح طور پر کر سکیں گے۔ "ہیولا" کے لئے دو جگہ مصنف نے دو اصطلاحیں کسی تشریح کے بغیر استعمال کی ہیں: "سحابی نور" صفحہ ۱۲۱ پر اور "آتشیں کہر" [illegible] پر۔ صوتی اعتبار سے یہ دونوں ہی دلکش ہیں، لیکن ہم کو ان میں سے شاید ایک ہی کو اختیار کرنا پڑے گا۔

کتاب کے عام فہم اور دلچسپ اسلوب میں بعض جگہ فارسی کے قواعدی مرکبات جیسے "سیارہ ہائے کوچک"، "عالم ہائے دیگر" شاید کھٹکتے ہیں۔ ایسی ترکیبوں سے اجتناب آسانی سے ممکن تھا۔

کتاب فی الجملہ نہایت مفید اور دلچسپ ہے۔ اس پہلے آغاز سے پروفیسر سرور کے پنج سالہ پروگرام کے انجام کے بارے میں بڑی توقعات قائم ہو گئی ہیں۔

مالک انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ، پبلشر و پرنٹر ضیاء الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپوا کر مرکزی انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ سے شائع کیا